طلاق کے استعمال کا طریقہ

مولانا صغیر احمد رحمانی

شائع کردہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A/1، مین بازار، اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵
Ph.: 011-26322991, Telefax: 011-26314784

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	طلاق کے استعمال کا طریقہ
مصنف	:	مولانا صغیر احمد رحمانی
طبع چہارم	:	ستمبر ۲۰۰۷ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ	:	مرکزی دفتر بورڈ (فیضان احمد ندوی)
پروف ریڈنگ	:	محمد وقار الدین لطیفی ندوی
صفحات	:	۳۶
قیمت	:	۱۵/روپے

ناشر

مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ - نئی دہلی

فہرست

چوتھا ایڈیشن ۴
پیش لفظ ۵
بیوی رنج وغم کی ساتھی ۸
حسن معاشرت کی ہدایت ۹
عورت کی فطری کمزوری ۱۱
ظلم وزیادتی کی ممانعت ۱۲
زدوکوب پر سخت روک ۱۳
سرزنش کب؟ ۱۴
میاں بیوی میں اختلاف ہوتو؟ ۱۶
جب نباہ کی راہ نہ رہے ۱۸
طلاق سخت ناپسندیدہ فعل ۱۹
طلاق دینے کا غلط وقت ۲۳
تین طلاق دینا سخت گناہ ۲۵
طلاق دینے کا صحیح طریقہ ۲۸
تین طلاقوں کا حکم ۳۰
تین طلاقوں کے بعد رجعت کا فتویٰ ۳۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوتھا ایڈیشن

رسالہ ''طلاق کے استعمال کا طریقہ''، پہلی طباعت کے بعد چند مہینوں میں ختم ہوگیا، دوسری مرتبہ دارالاشاعت رحمانی مونگیر نے شائع کیا اور وہ بھی چند مہینوں کے بعد ختم ہوگیا پھر تیسری بار مجلس استقبالیہ سولہواں اجلاس عام بورڈ - حیدرآباد نے ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔

زیرِنظر رسالہ اپنے موضوع پر مختصر مگر ایجابی اور اصلاحی انداز کا ہے، اور جناب مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی، سابق استاذ جامعہ رحمانی مونگیر نے اخلاص کے ساتھ معاشرہ کے مزاج اور ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھا ہے۔

ادھر کافی دنوں سے یہ رسالہ ختم ہوگیا تھا اور اس کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس کو فوری چھپوایا جائے، چنانچہ رسالہ کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا چوتھا ایڈیشن منظر عام پر آرہا ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کو زندگی میں متحرک کرنا چاہتے ہیں توقع ہے کہ رسالہ کے پھیلانے میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں گے اور امید ہے کہ یہ ایڈیشن بھی پچھلے ایڈیشنوں کی طرح قبول عام حاصل کرے گا۔

وقارالدین لطیفی ندوی
آفس سکریٹری مرکزی دفتر بورڈ - دہلی

پیش لفظ

’طلاق‘ مرد کا ایک ایسا اختیار ہے جس کا استعمال بڑی احتیاط کے ساتھ بہت سوچ سمجھ کے بعد کرنا چاہئے۔ یہ شریعت کی بتائی ہوئی وہ راہ ہے جسے خود شریعت نے مجبوری کی حالت میں اپنانے کی اجازت دی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق جائز چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ طلاق کے ذریعہ اس رشتہ کو توڑا جاتا ہے جسے خدا کا نام لے کر قائم کیا گیا تھا۔ اس طرح طلاق کا استعمال ایک نازک ذمہ داری بھی ہے، اس ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہئے، آنے والے دنوں میں جو مسائل گھر کے اندر اور باہر پیدا ہوسکتے ہیں ان پر غور کر لینا چاہئے، اور پھر! اگر نباہ کی کوئی شکل نظر نہ آئے تو بیوی کو طلاق دینی چاہئے۔

یہ وہ شرعی ہدایات ہیں جو طلاق کے سلسلہ میں دی گئیں ہیں۔ اگلے صفحات میں طلاق دینے کے صحیح اور غلط طریقہ کی وضاحت جناب مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی، استاذ جامعہ رحمانی مونگیر نے کی ہے۔ جو درس وتدریس کا طویل تجربہ رکھتے ہیں اور جن کی نگاہ حدیث وفقہ پر گہری ہے۔ رسالہ کے آخر میں انہوں نے ایک ساتھ تین طلاق دینے کا حکم بھی تھوڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایک ساتھ تین طلاقوں کا معاملہ ایسا مسئلہ ہے جس پر عہدِ صحابہ، عہدِ تابعین میں اجماع رہا ہے، بعد کے زمانہ میں

اس اجماع کی پیروی کی جاتی رہی ہے۔ ان تمام حضرات کی یہ رائے ہے کہ ایسی تمام طلاق واقع ہوجائے گی۔

مضبوط کلائی میں ننگی تلوار ہو اور وہ کسی گردن پر پڑ جائے تو تلوار اپنا کام کرے گی اور گردن کٹے گی ہی، چاہے یہ گردن ناحق ہی کاٹی جارہی ہو۔ یہ ہاتھ کی طاقت کا بیجا استعمال ضرور ہے لیکن اس بیجا استعمال کی وجہ سے گردن کے کٹنے یا نہ کٹنے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسی طرح کسی کی گردن کاٹ دی جائے تو یہ تلوار کا بھی قصور نہیں ہے وہ تو کاٹنے کے لئے بنائی ہی گئی ہے یہ اسے استعمال کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس تلوار کو کسی کا حق دلانے کے لئے استعمال کر رہا ہے یا کسی کا حق چھیننے کے لئے! اسی طرح اگر تین طلاقیں کسی نے دے دیں تو ان کا اثر تو ہوگا ہی۔ طلاق کے غلط طریقۂ استعمال کی وجہ سے ان کا اثر ختم نہیں ہوسکتا۔ ہاں غلط طریقہ اختیار کرنے والا اپنے جرم کی سزا خدا کے دربار میں پائے گا۔

امید ہے کہ اس رسالہ کو اہل علم اور عام حضرات پسند کریں گے۔ اور دوسرے بھائیوں تک اسے پہنچائیں گے تاکہ عام لوگوں کو معاشرتی مسائل اور دینی ہدایات کا علم حاصل ہوسکے۔

ناظم دارالاشاعت رحمانی - مونگیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں ''نکاح'' وہ مقدس رشتہ اور مضبوط بندھن ہے جس میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے ساتھ پاکیزہ زندگی گذارنے اور خوشگوار تعلقات نبھانے کا عہد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقَدْ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيْثَاقاً غَلِيْظاً (نساء پ۴ رکوع ۱۴)	اور وہ تم سے میثاق غلیظ (پختہ عہد) لے چکی ہیں۔

نکاح مرد اور عورت کے درمیان محبت والفت کے جذبات و کیفیات پیدا کرتا ہے اور ''سکون واطمینان'' کی دولت نصیب کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

هو الذی خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا (اعراف پ۹ رکوع ۱۳)	اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔
وَمِنْ آيَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا و جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (روم: پ۲۱، رکوع ۵)	اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے تا کہ تم ان کے پاس ''سکون'' حاصل کرو۔ اور تمہارے درمیان محبت ورحمت رکھ دی گئی ہے۔

انسانی زندگی کے لئے ''سکون واطمینان'' ایسی دولت ہے کہ اگر انسان کو کچھ نہ ملے اور یہ مل جائے تو کچھ نہیں ہوتے ہوئے بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کو سب کچھ مل گیا، سکھ کی نیند مل گئی، گھر کا آرام مل گیا، اور ایسی شریک زندگی مل گئی — مرد کو یہ عظیم الشان نعمت عورت (بیوی) سے ملتی ہے۔ اسی لئے مردوں کو یہ سمجھایا گیا کہ ہم نے تمہارے جوڑے کو تمہاری ہی جنس سے بنایا تا کہ تم عورت کے وجود سے غیریت و اجنبیت محسوس نہ کرو۔ اور اس کے سراپا میں تمہارے لئے ''سکون'' رکھ دیا کہ یہ دولت تم کو بیوی سے ملے گی۔ اس رنج بھری دنیا میں، دکھ درد سے بھری زندگی میں، افسردگی ومایوسی کے عالم میں سکھ چین چاہتے ہو تو صنفِ لطیف جس کو ہم نے تمہارے ساتھ جوڑ دیا ہے اور رفیقۂ حیات بنا دیا ہے اس کے وجود میں تم کو سکون وقرار مل جائے گا اور ساری کلفت دور اور سارا غم غلط ہو جائے گا۔

بیوی رنج وغم کی ساتھی

قرآن مجید نے زن وشو کے باہمی تعلقات اور فطری ضرورتوں کی تکمیل کے لئے جو طرز تعبیر اور عنوان اختیار کیا ہے وہ بہت ہی جامع اور نہایت مہذب اور پاکیزہ ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ پ۲ رکوع ٦)	وہ عورتیں تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔

لباس جس طرح ہر مرد اور عورت کے لئے ایک بنیادی ضرورت ہے اسی طرح مرد اور عورت بھی ایک دوسرے کی بنیادی ضرورت ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مرد اور عورت کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے نکاح کا طریقہ رکھا ہے جس کے ذریعہ صرف جنسی

خواہشات کی تکمیل نہیں ہوتی بلکہ زندگی کی تکمیل ہوتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے ہمدرد و غمخوار، دکھ سکھ کے ساتھی ہوجاتے ہیں اور انس و محبت، لطف و رحمت کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔

آیت بالا میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ دونوں کا آپسی تعلق، شریک رنج وغم، عیش و راحت کا ہو، وقتی نفع اور نقصان کا نہ ہو، ساتھ ہی اس طرف بھی متوجہ کرنا ہے کہ لباس چونکہ پردہ پوشی اور رازداری کے لئے بھی ہوتا ہے، لہٰذا میاں بیوی کے درمیان بھی پردہ پوشی اور رازداری کا معاملہ ہونا چاہئے اور زندگی ایسی سازگار گذارنی چاہئے کہ ہر فرد اس میں زینت اور خوبصورتی محسوس کرے۔

حسن معاشرت کی ہدایت

دو اجنبی جو رشتۂ نکاح میں مربوط ہوئے ہیں، الگ الگ دل، دماغ اور فکر و عمل رکھتے ہیں۔ ان دونوں کے طرز معاشرت میں بھی کسی نہ کسی درجہ میں فرق ہوتا ہے اس لئے دونوں کا پورے طور پر ایک دوسرے کے ہم خیال ہونا، ہر معاملہ میں ہم آہنگ ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ انہیں دشواریوں کو پیش نظر رکھ کر اسلام نے مرد اور عورت کے حقوق و فرائض کی نشاندہی کرتے ہوئے واضح ہدایتیں دیں تاکہ دونوں اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر فرائض و حقوق کو پورا کرنے کی ذمہ داری محسوس کریں۔ اس طرح باہمی نزاع و خلفشار کی گنجائش کم سے کم نکلتی ہے۔

لیکن ایک جگہ، ایک ساتھ رہنے سے کبھی نہ کبھی کشیدگی پیدا ہوگی۔ عورتیں نازک طبع، تندخو اور متلون مزاج ہوتی ہیں۔ اسلام نے عورتوں کی اس فطری کمزوری کو نظر

انداز نہیں کیا۔ اس نے عورتوں کی اس خلقی کمزوری کو پیش نظر رکھ کر ہدایت دی کہ عورتوں کے قول و فعل سے اذیت پہونچے، دل کو ٹھینس لگے، تو ایسے موقع پر ''صبر و ضبط، حلم و بردباری'' سے کام لے:

وَ عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسیٰ اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئاً وَ یُجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْراً کَثِیْراً
(نساء پ۴ رکوع ۱۳)

اور ان عورتوں کے ساتھ حسن و خوبی کے ساتھ گذر بسر کرو اور اگر تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

''مل جل کر معروف کے ساتھ زندگی گذارنے'' کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ گفتگو میں لطف و محبت کا انداز ہو۔ حاکمانہ لب و لہجہ اور درشتی نہ ہو ایک دوسرے کی بات کو پوری توجہ سے سنیں، ہر بات خوشی اور مسرت کے ساتھ شروع کی جائے اور پوری خوشگواری اور باہمی اعتماد کے ماحول میں ختم کی جائے۔ جس میں نہ ترشی کی بو آئے اور نہ بدمزاجی کی جھلک ہو۔ اور نہ ہی اس کا میلان کسی دوسرے کی طرف ہو۔ اگر وہ یہ محسوس کرے کہ شوہر کا رجحان اس کے بجائے دوسری جانب ہے تو دنیا کی ساری راحت اس کے لئے اذیت بن جاتی ہے۔ اور اس کو اس وقت تک سکون نہیں ملتا جب تک کہ اس کو یہ اطمینان نہ ہوجائے کہ وہ کردار جو میرے حصہ کا ہے وہ میرے ہی لئے خاص ہے۔

آیت میں یہ بھی ہدایت ہے کہ مردوں کو اگر بیویاں ناپسند ہوں تو، ایسے وقت جذبات کی جگہ عقل و شعور سے کام لینا چاہئے۔ اور خلافِ طبیعت کام کو گوارا کرنا

چاہئے۔ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کہ انسان کو اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے ایک چیز ناپسند ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں کوئی نفع مقدر ہو جو اس کے لئے باعث خیر و برکت ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشادِ گرامی میں اس حکیمانہ نکتہ کو بیان فرمایا۔

لا يفرك مؤمن مؤمنة أن كره منها خلقا رضي منها آخر (مسلم باب الوصية بالنساء) کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو اس لئے ناپسند نہ کرے کہ اس کی کوئی عادت ناگوارِ طبع ہے اس لئے کہ اگر ایک عادت ناپسند ہے تو اس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ ہوگی۔

عورت کی فطری کمزوری

ہم اپنی زندگی میں رات دن دیکھتے ہیں کہ عورتیں عموماً ضدی، اپنی بات پر اڑ جانے والی ہوتی ہیں۔ ان کو کسی ایک حالت پر قرار نہیں رہتا۔ عورتوں کی اسی خلقی اور فطری کمزوری کو آنحضرت ﷺ نے ظاہر فرمایا۔

''عورتیں شوہر کی ناشکر گذار ہوتی ہیں اور ان کے فضل و احسان کی منکر، تم اگر ان کے ساتھ زندگی بھر احسان کرو، پھر اگر کوئی بات تمہاری طرف سے ان کی طبیعت کے خلاف سامنے آگئی تو اس کو یہ بولتے ہوئے کوئی تامل نہیں ہوگا کہ میں نے کبھی بھی تم سے کوئی بہتری نہیں دیکھی''۔

اس فطری کمزوری اور نقص کو دیکھتے ہوئے آپ ؐ نے مردوں کو یہ نصیحت فرمائی۔

''...تم وصیت قبول کرو کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کروگے۔ کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہوگے تو توڑ ڈالوگے اور اگر چھوڑ دوگے تو ہمیشہ کے لئے کجی رہ جائے گی''۔

اسی طرح آپ ؐ نے ایک موقع پر مرد کو ضبط و تحمل کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''عورت پسلی کی ہڈی کی طرح ٹیڑھی ہے اگر اس کو سیدھا کروگے تو توڑ ڈالوگے۔ اگر فائدہ اٹھانا چاہوگے تو اس کی کجی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکوگے''۔ (بخاری باب اعذارہ بالنساء)۔

آپ ؐ کی تعلیم میں اس حقیقت کو ظاہر کیا گیا کہ کجی عورتوں کی سرشت میں داخل ہے وہ اس سے الگ نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس کے باوجود ان کی اصلاح ہوسکتی ہے اور اس میں بھی نرمی اور حکمت عملی ضروری ہے۔

ظلم وزیادتی کی ممانعت

چونکہ عورتیں صنف نازک ہیں ان کے احساسات بڑے نازک ہوتے ہیں وہ کسی معمولی بات پر بیحد خوش ہوسکتی ہیں اور کسی وقت معمولی کام سے ناراض بھی ہوسکتی ہیں اس لئے مرد کو ہر وقت ان کے ساتھ حسن معاشرت خوشگوار تعلق اور اچھا برتاؤ کا خیال رکھنا ضروری ہے ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنا انسانیت سوز حرکت ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَلَا تُمسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعتَدُوا وَمَن يَّفعَلُ ذٰلِكَ فَقَد ظَلَمَ نَفسَهُ وَلَا تَتَخِذُوا ايٰتِ اللّٰهِ هُزُواً

(بقرہ پ۲، ۱۲)

اور ان کو تکلیف پہونچانے کی غرض سے مت روکو اور نہ اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کروگے جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو ہنسی مذاق نہ سمجھو۔

آیت پر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ کا تشریحی نوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

''ازدواجی زندگی کا معاملہ نہایت اہم اور نازک ہے اور مرد کی خود غرضیوں اور نفس پرستیوں سے ہمیشہ عورتوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ یہاں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ''نیک ترین'' امت ہونے کا مرتبہ عطا کیا ہے۔ اور کتاب وحکمت کے تمام پہلو واضح کردئے جائیں۔ پس اپنی جماعتی شرف ومقام کی ذمہ داریوں سے غافل نہ ہوں۔ اور ازدواجی زندگی میں اخلاق و پرہیز گاری کا بہترین نمونہ بنیں— ضمناً اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جس جماعت کے افراد کی ازدواجی زندگی درست نہیں ہے وہ کبھی ایک فلاح یافتہ جماعت نہیں ہوسکتی''۔

زدوکوب پر سخت روک

اسی لئے آپؐ نے مار پیٹ اور بیجا تشدد سے سخت منع فرمایا اور زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ جو اپنی بیویوں کو بے محابا زدوکوب کرتے اور ان کے ساتھ سخت بدسلوکی کرتے تھے، اس ظالمانہ اور جابرانہ طریقہ پر روک لگائی۔

لا تضرب الوجه ولا تقبح و لا تهجر الا فی البيت (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء)۔ چہرہ پر مت مارو، برا بھلا نہ کہو اور نہ اس سے الگ ہوکر رہو۔ الا یہ کہ علیحدگی گھر ہی کے اندر ہو۔

ایک دوسری حدیث میں اس طرح ارشاد ہے۔

اپنی رفیقِ حیات کو لونڈی کی طرح نہ پیٹو (مشکوٰۃ ص ۲۸۲)

ایک موقع پر آپؐ نے عورتوں کو زدوکوب سے روکتے ہوئے یہ فرمایا:

لا يجلد احدكم امرتهٔ جلد العبد ثم يجامعها فی اليوم الآخر (بخاری باب ما يكره من ضرب النساء)۔

''تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح سے پیٹے جس طرح غلام کو مارا جاتا ہے، اور پھر دوسرے دن جنسی میلان کی تکمیل کے لئے اس کے پاس پہونچے۔''

آپؐ نے ایک مرتبہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

''تم جب کھاؤ اس کو کھلاؤ، اور تم جب پہنو اس کو پہناؤ، نہ اس کے چہرہ پر مارو نہ بُرا بھلا کہو، اور نہ جدائی اختیار کرو''۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اسی لئے تاکید فرمایا تاکہ مرد بہر صورت عورت کو زدوکوب سے احتراز کرے اور بات بات پر ناراض ہوکر نہ تھپڑ لگائے اور نہ ڈنڈا چلائے۔

سرزنش کب؟

اگر عورت کی ہٹ دھرمی، نافرمانی اور سرکشی بہت بڑھ جائے تو شوہر اصلاح حال کے لئے درج ذیل طریقہ اختیار کرسکتا ہے:

(الف) عورت کو زبان سے سمجھائے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔

(ب) اگر زبانی فہمائش بے اثر ہوکر رہ جائے اور عورت اپنے حالات بدلنے کے لئے تیار نہ ہو تو اپنی خواب گاہ میں عورت کے ساتھ سونا چھوڑ دے۔

(ج) اور علیحدگی کی جب یہ شکل بھی نا کام ہو جائے تب ''زدوکوب'' کرسکتا ہے لیکن اس کی نوعیت کیا ہوگی؟ خود جناب رسول اللہ ﷺ نے تشریح فرمائی۔

وَاضْرِبُوْاهُنَّ ضَرْباً غَيْرَ مُبَرِّح ... اس کو مارو اس طرح کہ جلد نہ پھوٹے۔

حاصل یہ کہ معمولی سرزنش (چاہے گوشمالی کہہ لیجئے) سے آگے نہ بڑھنا چاہئے۔ قرآن مجید میں انہیں مذکورہ حالات میں آخری اور نتیجہ کے طور پر جسمانی اذیت کی اجازت دی گئی ہے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً (نساء: پ۵ رکوع ۲)۔

ایسی عورتیں جن سے تمہیں نافرمانی کا خطرہ ہوا، انہیں نصیحت کرو۔ ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو، ''اور ان کو مارو'' پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان کے خلاف بہانہ مت تلاش کرو۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے جو گرانقدر نصیحت فرمائی ہے اس کا ایک حصہ موقع کی مناسبت سے نقل کرنا ضروری ہے۔

''سنو! عورتوں کے متعلق حسن سلوک اور بھلائی کرنے کا تاکیدی حکم قبول کرو، وہ تمہارے گھر میں بطور قیدی ہیں... اگر وہ کھلی ہوئی نافرمانی پر اتر آئیں تو ان کو بستر پر تنہا چھوڑ دو، اور معمولی تنبیہ کرو، اگر وہ اطاعت کرلیں تو پھر زیادتی کی ضرورت نہیں۔ سنو! تمہاری عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں... اور اسی طرح تمہاری عورتوں کے تم پر۔ تمہارے حقوق میں سے یہ ہے کہ وہ ان کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں جن کو تم ناپسند

کرتے ہو، اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ بلائیں جن کا آنا تم پسند نہیں کرتے ہو اور تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کو کپڑا دینے اور کھانا دینے میں احسان کرو''۔ (ترمذی شریف)

مذکورہ روایت کے ٹکڑے کو غور سے پڑھیئے اور یہ بات ذہن نشین کرتے جایئے کہ آپ ﷺ نے میاں بیوی کے تعلقات اور روابط کو مضبوط اور خوشگوار رکھنے کے لئے حقوق کی تعیین فرماتے ہوئے دونوں کو اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی کی طرف متوجہ کیا کہ اگر دونوں کو بروئے عمل لائیں اور اس نصیحت کو قبول کریں تو پھر زن و شوہر میں ایسا اختلاف پیدا نہیں ہوسکتا جس میں ''علیحدگی اور تفریق'' کی ضرورت پیش آئے۔

میاں بیوی میں اختلاف ہو تو؟

لیکن اس اختلاف کے باوجود اگر میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے، کشیدگی کافی بڑھ جائے اور بظاہر میل ملاپ، محبت و تعلق کی صورت نظر نہ آئے تو ایسے نازک موڑ پر بھی شوہر جلد بازی اور ناعاقبت اندیشی سے کام نہ لے۔ بلکہ دونوں کی طرف سے ''پنچ'' مقرر کیا جائے جو اصلاح حال کی کوشش کرے، اور اختلاف کے وجوہ و اسباب معلوم کرے۔

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَماً مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَماً مِّنْ اَهْلِهَا (نساء پ۵، رکوع ۲)۔

''اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں (میاں بیوی میں) کشیدگی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی (جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو) مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی (جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو) عورت کے خاندان سے بھیجو''۔

پنچ کے تقرر میں اس کا خیال رہے کہ جو شخص بھی اس نازک اور اہم کام کے لئے مقرر ہو رہا ہے وہ مخلص ہو۔ ان کا اخلاص ان گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے...ورنہ پھر فائدہ کے بجائے نقصان کا شدید خطرہ ہے، قرآن مجید میں اس کی بھی تاکید ہے۔

اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحاً یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْماً خَبِیْراً. (نساء۵رکوع۳)

ان دو آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی میں اتفاق فرمادیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور باخبر ہیں۔

آیات بالا کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:

''اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو قرائن سے ان کی بد دماغی کا احتمال قوی ہو تو ان کو اوّل زبانی نصیحت کرو، نہ مانیں تو ان کو لیٹنے کی جگہ تنہا چھوڑ دو یعنی ان کے پاس مت لیٹو، اور اس سے بھی نہ مانیں تو ان کو اعتدال کے ساتھ مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ اور موقع مت ڈھونڈو۔ اور اگر قرائن سے تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں ایسی کشاکشی کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے، اور ایک آدمی جو ایسے ہی تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے، تجویز کر کے اس کشاکش کو رفع کرنے کے لئے ان کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو بے راہی پر ہو، یا دونوں کا کچھ قصور ہو سمجھا دیں، ان دونوں آدمیوں کو سچے دل سے اصلاح معاملہ کی منظوری ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں بشرطیکہ وہ ان دونوں کی رائے پر عمل کریں۔ اتفاق فرمائیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے

اور بڑے خبر والے ہیں جس طریقہ سے ان میں باہم مصالحت ہو سکتی ہے اس کو جانتے ہیں۔ جب حکمین کی نیت ٹھیک دیکھیں گے وہ طریقہ ان کے قلب میں القاء فرمادیں گے۔ (بیان القرآن: ج۲ص۱۱۵)

جب نباہ کی راہ نہ رہے تو؟

حکمین نے اصلاح اور معاملات کو سازگار بنانے کی جدو جہد کی لیکن دونوں (شوہر اور بیوی) کے دل نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ مزاج میں شدید اختلاف اور کافی بعد ہے۔ دور دور تک ملاپ، ربط و تعلق کی کوئی کرن نظر نہیں آتی ہے، ایسی صورت حال میں اب شوہر کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو اس بے کیف اور تلخ زندگی کو گوارا کرتے ہوئے بیوی کو نہ تو علیحدگی کا پروانہ دے اور نہ اس سے محبت والفت کا معاملہ کرے بلکہ معلقہ بنائے رکھے... یا صورت حال کو دیکھتے ہوئے دونوں مستقبل کو اطمینان بخش بنانے کے لئے بہت ہی غور وفکر اور سوچ سمجھ کر بیوی کو علیحدہ کردے جو خود اس کے لئے اور بیوی کے لئے سوچا سمجھا ہوا فیصلہ ہو۔ کوئی جذباتی اور غصہ سے متاثر اقدام نہ ہو، ان دونوں میں پہلی صورت کو بہتر نہیں کہا جاسکتا کہ اختلاف مزاج اور جذبات نفرت کے باوجود دونوں کو ایک ساتھ رہنے کے لئے مجبور کیا جائے یہ انصاف نہیں ظلم و جبر ہوگا، اور ایسی بے کیف و تلخ زندگی دونوں کی صحت، ان کی صلاحیت کار، اور قوائے عمل پر ضرور اثر انداز ہوگی۔ اس لئے دوسری شکل ہی کو بدرجہ مجبوری اختیار کرنا ہوگا کہ شوہر طلاق دے کر بیوی کی علیحدگی کا فیصلہ کردے۔ جو فیصلہ اس عورت کے لئے اس کے رشتہ داروں کے حق میں رحمت ہے اور زندگی کو خوشگوار

بنانے کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد ہی دونوں اپنے معاملات پر از سرِ نو غور وفکر کریں گے اور مستقبل کو بہتر بنانے کے لئے سوچ سمجھ کر ایسا راستہ اختیار کریں گے جس میں دونوں کی کامیابی ممکن ہے:

لا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْراً (طلاق پ۲۸ ع ۱۷)

اس کو خبر نہیں شاید اللہ پیدا کردے اس طلاق کے بعد نئی صورت۔

وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰہ کُلًّا مِنْ سَعَتِہٖ (نساء پ۵ ع ۱۶)

اور اگر دونوں علیحدگی اختیار کرلیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو بے نیاز فرمادیں گے۔

سے قرآن مجید نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

طلاق سخت ناپسندیدہ فعل

شریعت نے مرد کو یہ اختیار ضرور دیا ہے کہ وہ طلاق دے کر رشتۂ نکاح کو ختم کر دے مگر اس حق کو استعمال کرنے اور رشتۂ نکاح کو کاٹنے سے پہلے اس پر بہت سی پابندیاں بھی لگادی ہیں اور حتی الامکان اس اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کی ہے۔ شریعت اسلامی نے یہ بھی ظاہر کردیا ہے کہ یہ ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔ اس لئے اس اختیار کو آخری چارہ کار کے طور پر استعمال کرنا چاہئے... چنانچہ حضرت شارع علیہ السلام نے فرمایا:

عَنْ ابن عُمَرؓ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابغض الحلال الی اللہ الطلاق (ابوداؤد ج:۱ص ۳۱۲۔ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ حلال اور جائز چیزوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ طلاق ہے۔

عن معاذ بن جبلؓ قال قال لی رسول اللہ یا معاذ ما خلق اللہ شیئاً علی وجہ الأرض أحب الیہ من العتاق ولا خلق اللہ شیئاً علی وجہ الأرض أبغض الیہ من الطلاق (دارقطنی)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرنے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسندیدہ ہو، اور روئے زمین پر کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو طلاق دینے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو مبغوض اور ناپسندیدہ ہو۔

عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ سألت زوجها طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیہ رائحۃ الجنۃ۔ (مسند احمد، مسند ابوداؤد، مسند دارمی)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر سے کسی سخت تکلیف کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے''۔

عن ابی موسیٰ الأشعریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تطلقوا النساء الا من ریبۃ ان اللہ لا یحب الذواقین

و الذواقات۔ (بزاز،طبرانی)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو طلاق نہیں دینا چاہئے الا یہ کہ ان کا چال چلن مشتبہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا جو ذائقہ چکھنے کی شوقین اور خوگر ہوں''۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب تک عورتوں سے کھلی ہوئی بے حیائی نہ دیکھو طلاق نہ دو۔ طلاق خدا اور رسول کو اس لئے ناپسند ہے کہ اس رشتہ کے کٹ جانے کے معنیٰ صرف یہی نہیں ہے کہ دو آدمی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بلکہ اس کی وجہ سے نہ جانے کتنے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ خاندان اور معاشرہ میں بغض وعداوت کی ایک مستقل بنیاد پڑ جاتی ہے۔

مثلاً ایک رشتۂ نکاح کی وجہ سے میاں بیوی کے کتنے اعزاء اقارب ایک دوسرے سے قریب ہوجاتے ہیں، ان میں مہر ومحبت پیدا ہوجاتی ہے، کتنے بیگانے یگانے ہوجاتے ہیں، طلاق کے ذریعہ مذکورہ امور ہی یک لخت ختم نہیں ہوجاتے بلکہ اب مہر و محبت کے بجائے بغض وعداوت کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ ان کی یگانگت بیگانگی سے بدل جاتی ہے۔ پھر دونوں کی شادی کا مسئلہ ہوتا ہے۔ اگر بچے ہوں تو پھر ان کی پرورش اور دیکھ بھال کا سوال کھڑا ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ ایک طلاق کے ذریعہ معاشرہ میں کئی مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایسا دوررس مسئلہ خدا اور رسول کو ناپسند ہونا ہی چاہئے۔ اس لئے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ بے وجہ طلاق کا استعمال سخت ناپسندیدہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ لکھتے ہیں:

اتفقوا علی ان الطلاق مکروه فی حالة استقامة الزواجين بل قال ابو حنيفةؒ بتحريمه۔ (المیزان ج۲،ص۱۳۵)

تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بغیر معقول وجہ کے طلاق دینا ناپسندیدہ عمل ہے، اور امام ابوحنیفہؒ نے تو اسے حرام ہی قرار دیا ہے۔

اسی طرح محقق ابن ہمامؒ تحریر فرماتے ہیں:

لا يخفىٰ أن كلامهم فيما سيأتي من التعاليل يصرح بأنه محظور مما فيه من كفران نعمة النكاح۔ (فتح القدیر)

فقہاء کے کلام سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ (بے وجہ) طلاق دینا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ اس میں نکاح جیسی نعمت کی ناقدری وناشکری پائی جاتی ہے۔

دوسری جگہ حضرت علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

''زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ بغیر ضرورت کے طلاق دینا ممنوع ہے''۔

تقریباً یہی بات درِمختار میں ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے بھی طلاق کو اصلاً ''محظور'' ہی بتایا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ بس سخت ضرورت کے وقت ہی اس کی اجازت ہے۔

أن الأصل فی الطلاق هو الحظر مما فيه من قطع النكاح الذی تعلقت به المصالح الدينية و الدنيوية والاباحة للحاجة۔ (ہدایہ اولین ج:۲،ص۳۳۵)

طلاق کے سلسلہ میں ممانعت ہی اصل ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ اس رشتہ نکاح کو توڑا جاتا ہے جس سے دینی اور دنیاوی حکمت و مصلحت وابستہ ہے۔ اس لئے طلاق کی اجازت صرف ضرورت کی وجہ سے ہے!

مشہور حنبلی عالم ابن قدامہؒ نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے بھی ''طلاق کے حرام'' ہونے کی ایک روایت نقل کی ہے۔

و عنه انه محرم لانه يضر بنفسه و زوجة وقد قال عليه السلام لا ضرر و لا ضرار۔ (الکافی لابن قدامہ ج:۱، ص۷۸۳)

چونکہ طلاق مرد اور عورت دونوں کے لئے ضرر رساں ہے اس لئے امام احمدؒ کی ایک رائے یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ضرر و لا ضرار۔

اسلام نے طلاق کی ابغضیت اور کراہیت کو جس انداز میں بیان کیا ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مبغوض اور محظور کے ارتکاب سے ممکن حد تک پرہیز کیا جائے اور مباح (طلاق) کا استعمال انتہائی شدید ضرورت اور ناگزیر حالت میں ہو اسی بناء پر طلاق کا جو طریقہ شریعت نے مقرر کیا ہے اس میں اس کی پوری رعایت ہے کہ آدمی کا بار بار اس فیصلہ پر غور کرنے کا موقع ملے۔

طلاق دینے کا غلط وقت

اسی لئے حالتِ حیض میں طلاق دینا ناجائز اور سخت گناہ کی بات ہے اگر غلطی سے

کوئی ایسا کرے تو اس کو رجعت کر لینی چاہئے۔ پھر اگر طلاق دینے کی رائے پر قائم ہو تو اس طہر میں طلاق دینی چاہئے جس میں صحبت کی نوبت نہ آئی ہو۔ اس کی حکمت اور نکتہ بھی ظاہر ہے کہ ناپاکی کی حالت میں عورت قابل رغبت نہیں ہوتی۔ طہر کی حالت میں اس کا کافی امکان ہے کہ شوہر کے دل میں رغبت پیدا ہو جائے اور طلاق دینے کا خیال ہی ختم ہو جائے۔ اور اللہ و رسولؐ کی خوشی کا احساس اور جذبہ پیدا ہو جائے۔

عن عبد الله بن عمرؓ أنه طلق امرأة له وهى حائض فذكر عمرؓ لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتغيظ فيه رسول الله ثم قال ليراجعها ثم يمسكها حتى تطهر ثم تحيض فان بدأ له، أن يطلقها فليطلقها طاهرا قبل أن يمسها فتلك العدة التى امرا الله أن تطلق لها النساء (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں کہ اس کی ناپاکی کے ایام تھے طلاق دیدی تو ان کے والد حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم سے اس کا ذکر کیا آپ نے اس پر سخت برہمی اور ناراضی کا اظہار فرمایا اور حکم دیا کہ عبداللہ بن عمرؓ کو چاہئے کہ وہ اس طلاق سے رجعت کرے اور بیوی کو اپنے پاس اپنے نکاح میں رکھے یہاں تک کہ ناپاکی کے ایام ختم ہو کر طہر کے ایام آ جائیں اور پھر اس طہر کی مدت ختم ہو کر دوبارہ ناپاکی کے ایام آ جائیں اس کے بعد پھر وہ طہر کی حالت میں آ جائے تو اس حالت میں اگر وہ طلاق ہی دینا مناسب سمجھے تو اس طہر میں اس سے کئے بغیر اس کو طلاق

دیدے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا یہی وہ عدت ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے ’’فطلقوا هُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ‘‘۔

اس واقعہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرؓ کو رجعت کرنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو حیض کے ایام میں طلاق دینا ناجائز اور سخت گناہ کی بات ہے۔ لیکن یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اگر طلاق واقع نہ ہوئی ہوتی تو رجعت کی ضرورت ہی نہ ہوتی، اور آپؐ رجعت کا حکم دینے کے بجائے یہ فرماتے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔

تین طلاق دینا سخت گناہ

اسی طرح بیک وقت تین طلاق دینا سخت گناہ اور قرآن مجید کے بتلائے ہوئے طریقۂ طلاق کے خلاف ہے... کیونکہ ’’الطلاق مَرَّتَانِ اِلیٰ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ فان طَلَّقَهَا فَلا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ‘‘ کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ طلاقیں دینی ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں نہیں بلکہ متعدد دفعات اور مختلف وقفوں میں دی جائیں۔

حضرت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے متعلق اطلاع ملی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی ہیں، تو آپؐ سخت غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ ابھی جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، کیا کتاب اللہ سے کھیلا جائے گا؟ یعنی ایک ساتھ تین طلاقیں دینا اس کتاب اللہ کے ساتھ گستاخانہ کھیل اور مذاق ہے جس میں طلاق کا طریقہ اور قانون پوری وضاحت

کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ایک صحابی کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس آدمی کو قتل نہ کر دوں جس نے یہ حرکت کی ہے‘‘۔

عن محمود بن لبيد قال أخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلث تطليقات جميعاً فقام غضبان ثم قال أ يلعب بكتاب الله عزّ و جل و أنا بين اظهركم حتى قال رجل فقال يا رسول الله ألا أقتله۔ (نسائی)

حضرت محمود بن لبید سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے شخص کے متعلق اطلاع دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی تھیں۔ حضور غصہ کے عالم میں کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کیا میری زندگی ہی میں خدا تعالیٰ کی کتاب کا مذاق اُڑایا جائے گا؟ اتنے میں ایک صحابیؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا اللہ کے رسول! کیوں نہ میں اسے قتل کر دوں؟

امام طحاویؒ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا:

’’أن عمك عصى الله فاثم و اطاع الشيطن۔‘‘

تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا ارتکاب کیا اور شیطان کی پیروی کی۔

علامہ زمخشریؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس جو شخص ایسا آتا جس نے اپنی

بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہوں اسے وہ مارتے تھے اور اس کی طلاق کو نافذ کردیتے تھے۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں آپ کے خیال میں مجھ پر کیا چیز عائد ہوتی ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا وہ تین طلاقوں کے ذریعہ تجھ سے آزاد ہوگئی۔ اور ستانوے طلاقوں کے ذریعہ تو نے اللہ کی آیتوں سے استہزاء کیا۔ (مؤطا امام مالک ج:۲،ص:۷۹)۔

''مصنف عبدالرزّاق'' اور ''دارقطنی'' میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں اس کے لڑکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ اب کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارا باپ اللہ سے ڈرتا ہوتا تو اللہ اس کے لئے کوئی راستہ نکالتا اس کی بیوی تین طلاق سے بائن ہوگئی اور نو سو ستانوے طلاقوں کا گناہ تمہارے باپ کی گردن پر رہا۔

''سنن بیہقی'' میں ہے کہ ایک شخص نے عمران بن حصینؓ سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں۔ تو حضرت عمرانؓ نے فرمایا:

"اثم بربّہ و حرمت علیه امرأته"

اس نے گناہ کیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔

ان تمام روایات کو گہری نظر سے دیکھ جایئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ اسلام جو دین فطرت ہے اس نے طلاق جیسے مکروہ اور ناپسندیدہ فعل کو کب اور کس حالت میں استعمال کرنے کی اجازت دی ہے اور پھر اس نے بیک وقت ''تین طلاقیں دینے سے کس طرح منع کیا...اور اس کے لئے کیسی شدید وعید بیان کی...اور اس سے باز رہنے

کی کتنی سخت ہدایات کی ہے۔

اس کے باوجود مسلم معاشرہ میں بعض دفعہ معمولی باتوں پر طلاق دیدی جاتی ہے اور وہ بھی بہ یک وقت تین طلاق ...اس سے معاشرہ میں برا اثر پیدا ہو رہا ہے۔ یقیناً تین طلاق دینے والوں کا یہ فعل شریعت کی نظر میں انتہائی مذموم اور قبیح ہے۔ یہ خلافِ سنت، کھلی بدعت اور صریح گناہ کا کام ہے اور شریعت کے تفویض کردہ اختیار کا غلط بے جا اور بے محل استعمال ہے۔...ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اس نازک اور اہم مسئلہ کو سمجھیں۔ ناگزیر مجبوری اور سخت ضرورت کے وقت اپنے اختیار ''طلاق'' کو استعمال کریں۔ جس طریقہ پر شریعت نے اسے استعمال کرنے کو مباح قرار دیا ہے۔ اور بیک وقت تین طلاقیں نہ دیں جو بدعت اور خلافِ سنت ہیں۔

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

جیسا کہ آپ پڑھ کر آرہے ہیں کہ بیک وقت تین طلاق دینا خلاف سنت اور بدعت ہے۔ لہٰذا جب مرد کے لئے طلاق ناگزیر ہو تو اسے طلاق کا شرعی طریقہ اختیار کرنا چاہئے وہ یہ ہے:

۱۔ صرف ایک طلاق دی جائے، یعنی شوہر بیوی سے کہے کہ ''میں نے تجھے طلاق دی''۔

۲۔ طلاق دو گواہوں کی موجودگی میں دی جائے۔

۳۔ طلاق حالتِ طہر میں دی جائے۔ یعنی اس زمانہ میں دی جائے جس میں عورت کو ماہواری نہ آرہی ہو اور اس پاکی کے زمانہ میں شوہر نے اس سے صحبت بھی نہ کی

ہو۔

۴۔ ایک طلاق دینے کے بعد عدت گذرنے دی جائے۔ عدت تین حیض ہے، اگر ماہواری آرہی ہو اور اگر حمل ہے تو وضع حمل ہے... اور اگر ماہواری نہ آتی ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ (عدت کے اندر شوہر رجوع کرسکتا ہے۔ رجوع کے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے رجوع کرلیا۔ رجوع بھی دو گواہوں کی موجودگی میں ہو تو بہتر ہے)۔

۵۔ عدت کے اندر رجوع نہیں کیا تو عدت گذرتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی۔ مرد کو اب رجوع کا حق باقی نہیں رہے گا۔ لیکن زوجین اپنی رضامندی سے تجدید نکاح کرسکتے ہیں۔

طلاق کا یہ طریقہ بہتر ہے کہ اس میں مرد کو بار بار اپنے فیصلہ پر غور کرنے کا موقع ملے گا اور اس کا یہ عمل سوچا، سمجھا اور غور وفکر کیا ہوا ہوگا۔ جس میں نہ تو جذبات اور نفسانیت کارفرما ہوگی نہ اسے وقتی غصہ اور کسی فوری داعیہ کا نتیجہ کہا جائے گا اور نہ اس کے بعد دونوں کو اس حرکت پر پچھتاوا ہوگا۔

فا لأحسن أن يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة فى طهر لم يجامعها و يتركها حتى تنقضى عدتها لأن الصحابةؓ كانوا يستحبون ان لا يزيدوا فى الطلاق على واحدة حتى تنقضى العدة (ہدایہ اولین ج:۲،ص:۳۲۴)۔

طلاق کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک طلاق دی جائے وہ بھی اس وقت جب کہ عورت پاک ہو (حیض میں نہ ہو) اور اس نے

''ایام'' گذرنے کے بعد ابھی تک صحبت نہ کی ہو۔ پھر ایک طلاق دے کر یوں ہی چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت پوری ہوجائے (اور یہ طریقہ اس لئے بہتر ہے) کہ صحابہ کرامؓ خود اس کو پسند کرتے تھے کہ ایک طلاق سے زیادہ نہ دیں اور عدت پوری ہونے دیں۔

تین طلاقوں کا حکم

یہ ہے طلاق دینے کا بہترین طریقہ جسے اوپر بیان کیا گیا۔ اسلام نے اسی طرح طلاق دینے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن کچھ لوگ اس طریقہ کے خلاف ایک سانس میں تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں یہ طریقہ بالکل غلط اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اور ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں چاہے بہ یک لفظ دی جائیں یا متعدد الفاظ میں، واقع ہوجاتی ہیں۔ اس کے بعد رجعت کرنا جائز نہیں، شریعت کا یہ وہ مسئلہ ہے جس پر اہل سنت والجماعت، ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اور یہی رائے دیگر اکابر ائمہ فقہ وحدیث مثلاً اوزاعی، نخعی، زہری، ثوری، اسحٰق ابوثور اور امام بخاری علیہم الرحمہ کی ہے۔ بلکہ جمہور صحابہؓ تابعینؒ اور تمام ائمہ سلف وخلف، اسی کے قائل ہیں۔ امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

وقد اختلف العلماء فى من قال لامرأته انت طالق ثلثاً فقال الشافعى ومالك و ابوحنيفةؒ و احمدؒ و جماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلث (ص:۴۸۷)

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''تجھے تین طلاقیں دیں، تو اس کے حکم کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ شافعیؒ، مالکؒ، ابوحنیفہؒ، احمدؒ اور سلف اور خلف کے تمام علماء کی رائے یہ ہے کہ تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

علامہ ابن ہمامؒ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:

وذهب جمهور من الصحابة و التابعين من بعدهم من أئمة المسلمين الىٰ انه يقع الثلث (فتح القدیر ج:۳،ص:۲۵)

جمہور صحابہ کرامؓ، حضرات تابعینؒ اور بعد کے ائمہ مسلمین کا یہ خیال ہے کہ تین طلاقیں پڑجائیں گی۔

علامہ عینیؒ شرح بخاری میں رقم طراز ہیں:

وَ مَذْهَبُ جَمَاهِيرُ الْعُلماء من التابعين و من بعدهم منهم الأوزاعي و النخعي والثوری و ابوحنيفة و اصحابه و مالك و الشافعی و ابوثور، و عبيد و آخرون كثيرون على من طلق امرأته ثلثا وقعن ولكنه ياثم۔ (عمدۃ القاری ج:۹،ص:۵۳۷)

تابعین میں جمہور علماء اور ان کے بعد کے لوگوں مثلاً اوزاعیؒ، نخعیؒ، ثوریؒ، ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب، مالکؒ، شافعیؒ، اور ان کے اصحاب، احمدؒ اور ان کے اصحاب، اسحٰقؒ، ابوثورؒ، عبیدؒ اور بہت سے دوسرے (ائمہ فقہ) کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ پڑیں گی لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ مرد کو بہر صورت طلاق کے احسن اور بہتر طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے لیکن ''طلاق احسن'' کے خلاف کسی نے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو تینوں پڑ جائے گی، اور اس لئے پڑ جائے گی کہ ہر مرد کو تین طلاق دینے کا اختیار ہے۔ اب وہ اپنے اختیار کو صحیح طریقہ پر استعمال کرے یا غلط طریقہ پر اس کے عمل کا اثر تو بہر حال پڑنا ہی چاہئے جیسے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا گناہ ہے لیکن طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاق موجب گناہ ضرور ہے مگر اس عمل کا اثر ضرور مرتب ہوگا۔

عن ابن شهاب عن سهل قال فطلقها ثلث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فانفذه رسول الله صلعم۔ (ابوداؤد)

سہل نے کہا کہ (عویمر نے) تین طلاقیں حضور ﷺ کے سامنے دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نافذ فرمایا۔

عن عائشة رضى الله عنها، أن رجلاً طلق امرأته ثلثا تزوجت فطلق فسئل النبى صلى الله عليه وسلم اتحل للأول قال لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر اس نے دوسرے مرد سے نکاح کیا پھر اس نے بھی (قبل جماع) طلاق دیدی اس کے بعد حضور ﷺ سے پوچھا گیا اب یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہے آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ

دوسرا بھی اس طرح کا مزہ نہ چکھ لے، جس طرح پہلے نے چکھا تھا۔"

اس روایت کو امام بخاریؒ نے "من جوز الطلاق الثلاث" کے باب میں ذکر کیا ہے، اس حدیث سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین یکجائی طلاق واقع ہو جاتی تھیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اتنا معروف و مشہور تھا کہ حضرات صحابہؓ اس کے جواب کے لئے آنحضرت ﷺ کی طرف مراجعت کو ضروری نہ سمجھتے تھے — ہاں اس حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ اس شخص نے بہ یک مجلس تین طلاقیں دی تھیں یا بہ تفریق لیکن امام بخاریؒ کا مذکورہ عنوان کے تحت لانا بے وجہ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں حدیث کے الفاظ سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت دی گئی تھیں۔

ان رجلاً جاء الی عبد الله بن مسعودؓ فقال انی طلقت امرأتی ثمانی تطلیقات، فقال ابن مسعودؓ فما قیل لك قال قیل لی أنها قد بانت منك، فقال ابن مسعودؓ صدقوا هو مثل ما یقولون۔ (مؤطا امام مالک)

ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے اور کہا میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دی ہیں۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا اس کے بارے میں تم سے کیا کہا گیا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھ سے کہا گیا کہ وہ عورت تجھ سے جدا ہو گئی انہوں نے فرمایا لوگوں نے سچ کہا۔ یہ مسئلہ ایسا ہی ہے جیسا لوگ کہتے ہیں۔

اس قسم کی احادیث بہت ہیں، ان کا ذکر کرنا مختصر رسالہ کی وسعت سے باہر ہے۔
حضرات صحابہ کرامؓ کا بھی اس مسئلہ پر اجماع ہوا ہے۔ حضرات محدثینؒ نے

بحثیں کی ہیں اور صحابہ کرامؓ کی رائے نقل فرمائی ہیں۔ تفصیل کے لئے مطالعہ فرمایئے: شرح معانی الآثار جلد دوم، فتح الباری جلد نہم، اعلام الموقعین جلد دوم۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے جد امجد علامہ ابو البرکات عبد السلامؒ نے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرامؓ کے اجماع کو ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے۔

وهذا كله یدل علی اجماعهم علی صحة وقوع الثلث بالكلمة الواحدة۔ (منتقی الاخبار، ص:۲۳۷)

اور مذکورہ ساری باتیں بہ یک لفظ دی ہوئی تین طلاق کے واقع ہو جانے پر صحابہ کرام کے اجماع کو بتاتی ہیں۔

تین طلاقوں کے بعد رجعت کا فتویٰ

مذکورہ بالا روایتوں اور حضرات صحابہ کرام کے اجماع کے پیش نظر حضرات محدثین ائمہ کرام اور بعد کے علماء اور فقہاء نے تین طلاقوں کو تین ہی مانا ہے۔ چاہے وہ بہ یک لفظ دی گئی ہوں یا بہ یک مجلس۔ اور اگر کسی عالم نے اس اجماع کے خلاف فتویٰ دیا۔ تو محدثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت نے اسے ناقابل اعتبار تحریر فرمایا ہے۔ علامہ زرقانیؒ نے شرح مؤطا امام مالک میں لکھا ہے:

والجمهور علی وقوع الثلث بل حكی ابن عبد البر الاجماع قائلا ان خلافه شاذ لا یلتفت الیه۔

جمہور کی رائے یہ ہے کہ تین ہی پڑے گی بلکہ علامہ ابن عبد البرؒ نے اس مسئلہ پر اجماع بیان کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس کے خلاف کچھ

کہنا شاذ ہے، جس کی طرف دھیان نہیں دینا چاہئے۔

کئی محدثین نے علامہ ابن عبدالبرؒ سے بھی زیادہ سخت رائے دی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی اور رائے دینا اہلِ سنت والجماعت کے متفقہ مسلک کے خلاف ہے اور کچھ کہنا بدعت ہے۔ اس لئے اس طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے۔ علامہ عینیؒ شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں:

وقالوا من خالف فيه فهو شاذ لاهل السنة و انما تعلق به اهل البدع و من لا يلتفت اليه لشذوذه من الجماعة۔

اس مسئلہ میں جنہوں نے اختلاف کیا وہ اہل سنت کی رائے کے لحاظ سے شاذ ہے۔ یہ اہل بدعت اوران لوگوں کی رائے ہوسکتی ہے جن کی طرف توجہ نہیں دینی چاہئے، کیوں کہ ان لوگوں نے جماعت سے علیٰحدگی اختیار کی‘‘۔

محقق ابن ہمامؒ اور علامہ ابن نجیمؒ مصری لکھتے ہیں:

لا حاجة الى الاشتغال بالأدلة على رد قول من أنكر وقوع الثلث جملة لأنه مخالف للاجماع كما حكاه فى المعراج و لذا قالوا لو حكم حاكم بان الثلث نعم واحدة لم ينفذ حكمة لأنه لا يسوغ فيه الاجتهاد لانه خلاف ولا اختلاف۔ (فتح القدیر ج:۲،ص ۱۴۹، البحرالرائق ج:۳،ص ۲۷۵)

جولوگ بہ یک وقت تین طلاقوں کے پڑ جانے سے انکار کرتے ہیں، ان کے رد میں دلائل پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، کیوں کہ یہ

بات اجماع کے خلاف ہے، اسی بناء پر فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی جج نے یہ فیصلہ دیدیا کہ ایک وقت میں دی جانی والی تین طلاقوں کوایک ہی سمجھا جائے گا تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔

کیوں کہ یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو۔ اور اس لئے بھی کہ اسے علمی اختلاف نہیں کہا جاسکتا بلکہ مخالفت کہنا ہی مناسب ہے۔

مشہور محدث حضرت امام زہریؒ کا فتویٰ مصنف ابن عبدالرزاق میں نقل کیا ہے۔

امام زہریؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور کسی نے فتویٰ دے دیا کہ رجعت کرلو۔ اس بنیاد پر طلاق دینے والے نے رجعت کرلی اور مطلقہ سے وطی کی تو جس شخص نے فتویٰ دیا اسے عبرتناک سزا دی جائے گی، مرد اور عورت کے درمیان تفریق کرادی جائے گی، اور اس ناجائز وطی کا تاوان بھی برداشت کرنا ہوگا۔

حضرت امام زہریؒ جیسے بلند پایہ اہل حدیث امام وقت کا یہ فتویٰ ہر شخص کی عبرت و نصیحت اور راہ حق کو اختیار کرنے کے لئے کافی ہے۔

اغراض ومقاصد

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

- ہندوستان میں ''مسلم پرسنل لا'' کے تحفظ اور شریعت ایکٹ کے نفاذ کو قائم اور باقی رکھنے کے لیے مؤثر تدابیر اختیار کرنا۔
- بالواسطہ، بلاواسطہ یا متوازی قانون سازی جس سے قانون شریعت میں مداخلت ہوتی ہو، عام ازیں کہ وہ قوانین پارلیمنٹ یا ریاستی مجلس قانون ساز میں وضع کیے جا چکے ہوں یا آئندہ وضع کیے جانے والے ہوں یا اس طرح کے عدالتی فیصلے جو مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا ذریعہ بنتے ہوں انہیں ختم کرانے یا مسلمانوں کو ان سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے کی جدوجہد کرنا۔
- مسلمانوں کو عائلی ومعاشرتی زندگی کے بارے میں شرعی احکام وآداب، حقوق وفرائض اور اختیارات وحدود سے واقف کرانا اور اس سلسلہ میں ضروری لٹریچر کی اشاعت کرنا۔
- شریعت اسلامی کے عائلی قوانین کی اشاعت اور مسلمانوں پر ان کے نفاذ کیلئے ہمہ گیر خاکہ تیار کرنا۔
- مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی تحریک کے لیے بوقت ضرورت ''مجلس عمل'' بنانا جس کے ذریعہ بورڈ کے فیصلے پر عمل درآمد کرنے کی خاطر پورے ملک میں جدوجہد منظّم کی جاسکے۔
- علماء اور ماہرین قانون پر مشتمل ایک مستقل کمیٹی کے ذریعہ مرکزی یا ریاستی حکومتوں یا دوسرے سرکاری ونیم سرکاری اداروں کے ذریعہ نافذ کردہ قوانین اور گشتی احکام (Circulars) یا ریاستی اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں پیش کیے جانے والے مسودات قانون (بل) کا اس نقطہ نظر سے جائزہ لیتے رہنا کہ ان کا مسلم پرسنل لا پر کیا اثر پڑتا ہے۔
- مسلمانوں کے تمام فقہی مسلکوں اور فرقوں کے مابین خیر سگالی، اخوت اور باہمی اشتراک وتعاون کے جذبات کی نشوونما کرنا، اور ''مسلم پرسنل لا'' کی بقاو تحفظ کے مشترکہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ان کے درمیان ربط اور اتحاد واتفاق کو پروان چڑھانا۔
- ہندوستان میں نافذ ''محمڈن لا'' کا شریعت اسلامی کی روشنی میں جائزہ لینا اور نئے مسائل کے پیش نظر مسلمانوں کے مختلف فقہی مسالک کے تحقیقی مطالعہ کا اہتمام کرنا اور شریعت اسلامی کے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے کتاب وسنت کی اساس پر ماہرین شریعت اور فقہ اسلامی کی رہنمائی میں پیش آمدہ مسائل کا مناسب حل تلاش کرنا۔
- بورڈ کے مذکورہ بالا اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے وفود کو ترتیب دینا، Study Teams تشکیل دینا، سمینار، سمپوزیم، خطابات، اجتماعات، دوروں اور کانفرنسوں کا انتظام کرنا، نیز ضروری لٹریچر کی اشاعت اور بوقت ضرورت اخبارات ورسائل اور خبرناموں وغیرہ کا اجراء اور اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے دیگر ضروری امور انجام دینا۔